
موت کا قہقہہ

فیصل شہزاد کا نیا جاسوسی کارنامہ

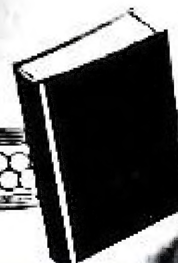
موت کا قہقہہ

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ------- اشرف قریشی
------------ یوسف قریشی
پرنٹر ------- محمد یونس
طابع ------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------- -/10 روپے



مسلم اصفہانی کی کار انتہائی تیز رفتاری سے کالے گلاب کے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اور فیصل شہزاد اور ڈریکولا پچھلی نشست پر بے بسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ یقینی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ بس اب اسے ان کی بدقسمتی ہی کہا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے طور پر ہوشیاری برتنے کے باوجود ایک بار پھر مسلم اصفہانی کے پنجے میں پھنس گئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اس بار مسلم اصفہانی نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر انہیں گولی مار دینی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد مسلم اصفہانی کی کار اس پرانے قلعے نما محل کے بڑے پھاٹک میں داخل ہو گئی۔ اور مسلم اصفہانی کار کو اپنے مخصوص پورچ میں لیتا چلا گیا۔

پورچ کے ارد گرد دو مسلح محافظ موجود تھے جیسے ہی مسلم اصفہانی کی کار وہاں پہنچی وہ دونوں چوکنے ہو کر مؤدب ہو گئے۔

مسلم اصفہانی تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ وہ دونوں محافظ اس کے باہر آتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔

"بم سیکشن کے انچارج کو بلا لاؤ" مسلم اصفہانی نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں ایک محافظ سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ اتنی تیزی سے واپس دوڑا جیسے اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

مسلم اصفہانی کی نظریں پچھلی نشست پر قید ان تینوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ انہیں کار سے باہر نکالنے کا رسک نہ لے گا۔ اور بم مار کر کار سمیت ان کے پرخچے اڑا دے گا۔ وہ ان سے بری طرح خوفزدہ تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ اگر انہیں کار سے باہر نکالا گیا تو کہیں یہ پھر نہ بچ نکلیں۔ حالانکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے ان کے خاتمے کے لئے اپنی قیمتی کار کی قربانی دینی

منظور کر لی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ایک نوجوان تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور مسلم اصفہانی کے سامنے مؤدبانہ انداز میں جھک گیا۔ یہ بم سیکشن کا انچارج آصف تھا۔ اس کا سیکشن بموں سے بلڈنگیں پل اور سڑکیں تباہ کرنے میں ماہر تھا۔

"سنو آصف میں چاہتا ہوں کہ میری کار کو بم ما اڑا دیا جائے" مسلم اصفہانی نے آصف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کی کار کو" آصف نے چونک کر کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس کی نظریں پچھلی نشست پر موجود ان تینوں پر جم گئیں۔

"ہاں میں ان تینوں کو کار سمیت ہلاک کرنا چاہتا ہوں" مسلم اصفہانی نے بے چین لہجے میں کہا۔

"مگر باس آپ کی کار تو بم پروف ہے۔ اسے خصوصی طور پر بم پروف بنوایا گیا تھا" آصف نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم احمق ہو آصف بم پروف تو یہ اس صورت میں ہوتی ہے۔ جب اس کے تمام شیشے بند ہوں۔

اب جب کہ کار کی اگلی نشست قفل ہو چکی ہے۔ تم اسے بم سے اڑا سکتے ہو۔" مسلم اصفہانی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر باس اس صورت میں بھی صرف کار کا اگلا حصہ ہی تباہ ہو گا۔ پچھلے حصے کے شیشے چونکہ بند ہیں اس لئے وہ بدستور بم پروف ہی رہے گی۔" آصف نے جواب دیا۔

"وہ اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ میں تو دراصل یہ چاہتا تھا کہ ان شیطانوں کو کار سے نکالے بغیر ہی موت کے گھاٹ اتار دوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ایک بار یہ کار سے باہر نکل آئے تو پھر جو ناممکن ہے وہ ممکن ہو جائے گا۔" مسلم اصفہانی نے بے چین لہجے میں کہا۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے باس" آصف نے کہا۔

"وہ کیا" مسلم اصفہانی نے چونک کر پوچھا۔

"میں بم سیکشن کے آدمی منگوا لیتا ہوں۔ آپ پچھلی نشست کے شیشے کھول دیں۔ میرے آدمی شیشے کھلتے ہی بم کار کے اندر پھینک دیں گے۔ اور پھر یقیناً یہ تینوں کار سمیت اڑ جائیں گے۔" آصف نے کہا۔

"نہیں تم انہیں نہیں جانتے۔ مصیبت یہ ہے کہ کار کے شیشے کھلنے کے ساتھ ہی دروازے بھی کھل جائیں گے۔ اور پھر اس سے پہلے کہ تمہارے آدمی بم پھینکیں۔ یہ کار سے باہر آ چکے ہوں گے۔ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ کار تو تباہ ہو جائے گی۔ مگر یہ بچ جائیں گے" مسلم اصفہانی نے جواب دیا۔

"ایسی صورت میں باس آپ مشین گن برداروں کو دونوں اطراف میں تعینات کر دیں۔ اگر یہ باہر نکلیں تو گولیوں سے انہیں چھلنی کر دیا جائے" آصف نے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہی کرنا ہے تو پھر میں اپنی کار کیوں تباہ کروں" مسلم اصفہانی نے کہا اور پھر اس نے قریب کھڑے محافظ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چار مشین گن برداروں کو بلا لاؤ جلدی"

"بہتر جناب" مشین گن بردار نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد چار مشین گن بردار آدمی تیزی سے دوڑتے ہوئے مسلم اصفہانی کے پاس پہنچ گئے۔

"دو آدمی کار کی دائیں طرف اور دو آدمی بائیں

طرف کھڑے ہو جاؤ۔ جیسے ہی پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد باہر نکلیں انہیں گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اور سنو کسی صورت میں بھی ان تینوں میں سے کوئی بچ کر نہ نکلے"۔ مسلم اصفہانی نے ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ہم ان کے جسموں کو شہد کی مکھیوں کا چھتہ بنا دیں گے" ان میں سے ایک نے بڑے مئودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تم پوزیشن سنبھال لو۔ میں شیشے کھولتا ہوں" مسلم اصفہانی نے کہا اور پھر تیز تیز قدم رکھتا کار کی اگلی نشست کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اگلی نشست پر بیٹھتے ہی اس نے پچھلی نشست کا مائیک آن کیا اور پھر اس کے حلق سے ایک خوفناک قہقہہ نکلا۔

"اب تم تینوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں دیکھوں گا کہ اس بار تم کیسے بچ نکلتے ہو"۔ مسلم اصفہانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیش بورڈ میں موجود ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی وہ سسٹم

جس کی وجہ سے وہ تینوں پچھلی نشست پر قید ہوگئے تھے۔ ختم ہوگیا۔

وزیر اعظم بڑے بے چین انداز میں اپنے مخصوص کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ مسلم اصفہانی کو گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ مگر اب تک نہ وہ خود واپس آیا تھا۔ اور نہ ہی فیصل شہزاد آئے تھے۔ وزیر اعظم کے خیال کے مطابق کافی سے زیادہ وقت گذر چکا تھا۔ اور اب تک انہیں آ جانا چاہیے تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کہیں پھر وہ کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں مگر سوائے انتظار کے وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ اچانک انہیں ایک خیال آیا۔ اور ان کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ انہوں نے تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کا ریسور اٹھایا۔ اور پھر بٹن دبا کر پی۔ اے سے رابطہ قائم کیا۔

"یس سر" دوسری طرف سے پی۔ اے کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"رضا کاشانی کا نمبر جانتے ہو وہی جو پرائیویٹ جاسوس ہے" وزیر اعظم نے پوچھا۔

"یس سر میری ڈائری میں ان کا نمبر نوٹ ہے" پی۔ اے نے جواب دیا۔

"وہ جہاں بھی ہوں۔ انہوں ڈھونڈھ کر ہم سے بات کراؤ" وزیر اعظم نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر پی۔ اے کی بات سنے بغیر ریسور رکھ دیا۔

رضا کاشانی آران کا مشہور پرائیویٹ جاسوس تھا وہ پہلے ملٹری انٹیلی جنس میں تھا۔ مگر پھر وہاں سے استعفیٰ دے کر اس نے پرائیویٹ جاسوسی کا لائسنس حاصل کر لیا۔ رضا کاشانی ان کا کلاس فیلو رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ان کے بے تکلفانہ اور دوستانہ تعلقات قائم تھے۔

رضا کاشانی بظاہر ایک بے پرواہ سا نوجوان نظر آتا تھا۔ مگر وہ جانتے تھے کہ وہ بے پناہ ذہین، چالاک آدمی ہے۔ اور اس کے ساتھ بے پناہ دلیری اور بے جگری نے اسے ایک مکمل جاسوس بنا دیا۔

انہیں اچانک خیال آیا تھا کہ وہ فیصل شہزاد کی مدد

لیئے رضا کاشانی سے کیوں نہ درخواست کریں۔ انہیں
یقین تھا کہ فیصل شہزاد کے ساتھ مل کر وہ
گلاب کی تنظیم کو ضرور بے نقاب کر دے گا۔
ابھی وہ سوچ بچار میں لگے تھے کہ ٹیلی فون کی
مترنم گھنٹی بج اٹھی۔ اور انہوں نے لپک کر ریسیور
اٹھا لیا۔
"سر رضا کاشانی صاحب سے بات کریں" پی۔ اے
کی آواز سنائی دی۔
"ٹھیک ہے بات کراؤ" وزیر اعظم نے کہا۔ اور
پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ریسیور میں
رضا کاشانی کی آواز گونجی۔
"ہیلو جناب واسطی صاحب میں رضا بول رہا ہوں"
رضا کاشانی کے لہجے میں اس کی فطری لاپرواہی بھی
شامل تھی۔
"رضا کیا تم فوری طور پر پرائم منسٹر ہاؤس آ
سکتے ہو" وزیر اعظم نے مضطرب لہجے میں کہا۔
"کیوں خیریت ہے"۔ رضا کاشانی نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"خیریت نہیں ہے۔ اس لئے تو تمہیں بلا رہا ہوں۔
تفصیلات زبانی بتاؤں گا" بس تم جس قدر جلد ممکن

ہو سکے۔ پہنچ جاؤ" وزیر اعظم صاحب نے کہا۔
"ٹھیک ہے میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں"۔
رضا کاشانی نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ
ختم ہوگیا۔
"رضا کاشانی صاحب آ رہے ہیں۔ گیٹ پر اطلاع
کر دو۔ جیسے ہی وہ پہنچیں انہیں میرے پاس پہنچا دو"
وزیر اعظم صاحب نے پی۔ اے کو ہدایات دیں۔ اور
پھر ریسیور رکھ دیا۔ اب وہ ذہنی طور پر قدرے مطمئن
معلوم ہو رہے تھے۔
اور پھر دس منٹ سے پہلے ہی ملازم نے رضا
کاشانی کی آمد کی اطلاع دی۔ اور وزیر اعظم کے بلانے
پر اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور رضا کاشانی اندر
داخل ہوا۔ وہ پچیس تیس سال کا قدرے لمبے قد کا
نوجوان تھا۔ جسم خاصا سڈول اور کسرتی دکھائی دیتا تھا۔
سر کے گھونگریالے بال کسی گھونسلے کی طرح الجھے ہوئے
سے تھے۔ کپڑوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اپنا لباس
صرف جسم چھپانے کے لئے استعمال کرنے کا عادی ہے۔
"السلام علیکم" رضا کاشانی نے کمرے میں داخل
ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام آؤ رضا بیٹھو۔" وزیر اعظم واسطی نے اُٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر مصافحے کے بعد رضا کاشانی ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"رضا میں نے تمہیں ایک خاص کام کیلئے بلایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم میرے اعتماد پر پورے اُترو گے۔" وزیر اعظم واسطی نے براہِ راست مقصد پر آتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے میں کوشش کروں گا کہ آپ کا اعتماد بحال رہے۔" رضا کاشانی نے لاپرواہانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر وزیر اعظم صاحب نے کالے گلاب کی تنظیم اور اس کی سرگرمیوں پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد فیصل شہزاد کے متعلق بتایا۔ اور تھوڑی دیر پہلے آنے والے ٹیلی فون کے لئے متعلق تمام معلومات رضا کاشانی کو بتا دیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم غیر سرکاری طور پر فیصل شہزاد کی مدد کرو اور ان کے ساتھ مل کر اس خوفناک اور ملک دشمن تنظیم کو جڑ سے ختم کر

وزیر اعظم نے کہا۔

"خوب مجھے ان دونوں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں خوشی ہوگی۔ ایسے باصلاحیت بچے واقعی اچھے ساتھی ثابت ہوں گے۔ مگر اب مسئلہ یہ ہے کہ میں انہیں کہاں تلاش کروں۔" رضا کاشانی نے کہا۔

"سمجھ نہیں آتی کہ آخر انہیں ہوا کیا۔ مسلم اصفہانی انہیں لینے گیا ہے۔ اور اب آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو چکا ہے نہ وہ خود آیا ہے اور نہ اس کی طرف سے کوئی اطلاع ہے۔" وزیر اعظم صاحب نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ رضا کاشانی کوئی بات کرتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور وزیر اعظم صاحب نے جھپٹ کر ریسور اٹھا لیا۔

کار کی پچھلی نشست پر قید ہوتے ہی فیصل اور شہزاد کے چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"مارے گئے اب تو یہ ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔" فیصل نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں بظاہر آثار تو ایسے ہی نظر آتے ہیں مگر اس میں زیادہ پریشانی کی کون سی بات ہے۔ اگر ہماری موت مسلم اصفہانی کے ہاتھوں ہی لکھی ہوئی ہے تو پھر اس سے بچ نکلنا ناممکن ہے۔ دوسری صورت میں وہ ہمیں مار نہیں سکتا۔" شہزاد نے جواب دیا۔ اب اس کے لہجے میں اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اس نے فوری طور پر پیدا ہونے والی پریشانی پر قابو پا لیا تھا۔

"اچھا جی پریشانی کی کوئی بات ہی نہیں۔ یہ سب

تمہاری مصیبت ہے۔ خواہ مخواہ کا جاسوسی کا بھوت سوار ہو گیا تھا تم پر" فیصل نے کہا۔

"بھئی دیکھو کتنے مزے سے کار میں بیٹھے آران کی سیر کر رہے ہیں۔ اور ابھی تم اسے مصیبت کہہ رہے ہو" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا اور فیصل نے ناراض ہو کر منہ پھیر لیا۔

"ادھر جان پر بنی ہوئی ہے۔ اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" فیصل نے برا مانتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے کار دوبارہ اسی پرانے قلعے میں داخل ہو گئی۔ اور پھر وہ اس کے مخصوص حصے میں گھومتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک پورچ کے سامنے کار رک گئی۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا مسلم اصفہانی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

پورچ کے قریب دو مسلح اشخاص موجود تھے۔ مسلم اصفہانی کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ مسلم اصفہانی نے ان سے کچھ کہا اور پھر ان میں سے ایک انتہائی تیزی سے عمارت کے اندر دوڑتا چلا گیا۔

وہ تینوں خاموش بیٹھے ان کی حرکات دیکھ رہے

تھے۔ اور ظاہر ہے اس کے سوا اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

"یہ آخر کیا کرنا چاہتا ہے۔" فیصل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہماری موت کا پروگرام بنا رہا ہوگا اور اس کیا کرنا ہے۔" شہزاد نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

چند لمحوں بعد ایک نوجوان عمارت سے نکل کر مسلم اصفہانی کے پاس آیا۔ اور پھر وہ دونوں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ ان کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بحث میں الجھ گئے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد مسلم اصفہانی نے محافظ کو ایک بار پھر کوئی حکم دیا۔ اور وہ ایک بار پھر دوڑتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ہمراہ چار قوی ہیکل اور کرخت چہروں والے افراد بھی آ گئے۔ ان چاروں نے مشین گنیں سنبھال رکھی تھیں۔

"لو بھئی فیصل تیار ہو جاؤ۔ ڈراما شروع ہونے والا ہے۔" شہزاد نے ان مشین گن برداروں کو دیکھتے ہی کہا اور فیصل کا رنگ اور زیادہ زرد پڑ گیا۔

مسلم اصفہانی نے ان چاروں کو کوئی حکم دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے دو حصوں میں تقسیم ہو کر کار کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ ان میں سے دو کار کے دائیں طرف اور دو کار کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔ ان کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ کسی لمحے کار پر گولیاں برسانے کے لئے تیار ہیں۔

اور پھر مسلم اصفہانی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے اب یہ ہمیں اس قید سے رہائی دلائے گا اور پھر جیسے ہی ہم کار سے باہر نکلیں گے ہم پر گولیوں کی بارش ہو جائے گی۔" شہزاد نے کہا۔

"میں تو نہیں نکلوں گا کار سے۔" فیصل نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"پھر وہ کار کے اندر ہی ہمیں گولی مار دیں گے" شہزاد نے جواب دیا۔

"آقا آپ بے فکر رہیں اگر یہ ایک بھی گولی چلائیں تو میرا نام بدل دینا۔" طویل خاموشی کے بعد پہلی بار ڈیگولا نے کہا۔

"اوہ تم میں بول پڑے۔ میں تو سمجھا تھا کہ
کے خوف نے تمہیں گونگا بنا دیا ہے" شہزاد نے
ہوئے کہا۔ موت کے منہ میں پہنچ جانے کے باد
اس کا یہ اطمینان واقعی اس کی بے پناہ دلیری
دلیل تھی۔

مسلم اصفہانی اس دوران ڈرائیونگ سیٹ پر
بیٹھ گیا۔ اور پھر اس کا فخریہ قہقہہ ان کے کانوں
میں گونج اٹھا۔

"اب تم تینوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔
دیکھوں گا کہ اس بار تم کیسے بچ نکلتے ہو" مسلم اص
کا لہجہ بے حد فخریہ تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر
ڈیش بورڈ پر موجود ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن
دبتے ہی نہ صرف کار کے پچھلے دروازے اب
کھل سکتے تھے بلکہ دونوں نشستوں کے درمیان
موجود مضبوط شیشہ بھی سرر کی آواز پیدا کرتا
چھت میں غائب ہو گیا۔ دوسرے معنوں میں
وہ تینوں اس قید سے آزاد ہو چکے تھے۔ مگر ا
معلوم تھا کہ کار سے باہر یقینی موت ان کے

میں موجود ہے۔

مسلم اصفہانی نے بٹن دباتے ہی انتہائی تیزی سے
کار سے باہر نکلنا چاہا۔ مگر شاید یہ اس کے تصور
میں بھی نہ تھا کہ اس سے بھی زیادہ پھرتی اس
کی طرف پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا ڈریکولا دکھا جائے
گا۔ جیسے ہی درمیانی نشستوں کے درمیان شیشہ
غائب ہوا۔ ڈریکولا کا بازو بجلی کی سی تیزی سے حرکت
میں آیا۔ اور اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے مسلم
اصفہانی کی گردن کے گرد لپٹ گیا۔ اور اس کے
ساتھ ہی ڈریکولا نے بازو کو زور سے جھٹکا دیا اور
مسلم اصفہانی کا سر پیچھے کی طرف کھنچتا چلا آیا۔
اور وہ جال میں پھنسے ہوئے پرندے کی طرح ڈریکولا
کے بازو میں پھڑکنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں
سے زور لگا کر ڈریکولا کا بازو اپنی گردن سے
ہٹانا چاہا۔ مگر اسی لمحے ڈریکولا نے بازو کو ایک اور
جھٹکا دیا اور مسلم اصفہانی کا چہرہ تکلیف کی شدت
سے بگڑ گیا۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے لگیں۔
اور منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں۔

"اپنے آدمیوں کو کہو کہ ہتھیار پھینک دیں۔ ورنہ

میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔" ڈریکولا نے غراتے ہوئے کہا۔ اور مسلم اصفہانی نے بے اختیار ہاتھ اوپر کرکے کار سے باہر مشین گن برداروں کو ہتھیار پھینکنے کا اشارہ کیا۔

ڈریکولا نے یہ سب کام اتنی پھرتی سے کیا تھا کہ مشین گن بردار حیرت سے پلکیں جھپکاتے رہ گئے اور پھر اپنے چیف باس کی یہ حالت دیکھ کر انہیں ہتھیار پھینکتے ہی بنی۔

"تم سب لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔ کافی دور ورنہ تمہارا چیف باس ابھی لاش میں تبدیل ہو جائے گا"۔ شہزاد نے چیخ کر باہر موجود محافظوں سے کہا۔ اور وہ سب تیزی سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

"ڈریکولا اسے پچھلی نشست پر کھینچ لو۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر جاتا ہوں۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا چاہیے۔" شہزاد نے ڈریکولا سے مخاطب ہوکر کہا۔

"نہیں باس اسے پیچھے کھینچنا خطرناک ہوگا۔ یہ اسی حالت میں ٹھیک ہے البتہ میں اسے کھسکا کر ساتھ والی سیٹ پر لے جاتا ہوں۔ آپ ڈرائیونگ سیٹ پر آجائیں۔" ڈریکولا نے کہا اور شہزاد نے تائید میں سر ہلا دیا۔ واقعی ڈریکولا کی بات درست تھی۔ پچھلی نشست پر مسلم اصفہانی کو کھینچنے سے صورت حال بدل بھی سکتی تھی۔

"کار کے شیشے چڑھا دو۔ اور دروازے بند کرو۔ پھر یہ بم پروف ہو جائے گی"۔ شہزاد نے فیصل سے کہا اور فیصل نے ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیا۔ اور شیشہ چڑھا دیا۔ پھر ڈریکولا نے مسلم اصفہانی کو اسی حالت میں گھسیٹ کر ساتھ والی نشست پر کیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی اسی طرف کی پچھلی نشست پر آ گیا۔ اور شہزاد نے ہاتھ بڑھا کر ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ بند کرکے اس کا شیشہ چڑھا دیا۔ اور پھر اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے اسے بیک کرتا ہوا اسی راستے پر لے اڑا۔ جدھر سے وہ کار اندر آئی تھی۔

ان کے کار مڑتے ہی محافظ تیزی سے ان کے پیچھے لپکے۔ مگر اب سب کچھ بے سود تھا۔ ایک تو کار اب ایسی صورت اختیار کر چکی تھی کہ اس پر

نہ ہی فائرنگ کام آسکتی تھی اور نہ ہی بم
دوسری بات یہ کہ ان کا چیف باس مسلم اصفہانی
اس میں مقید تھا۔ اور پھر جلد ہی کار ہیڈ کوارٹر
کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازے پر موجود دربان
نے چیف باس کی کار کو دور سے دیکھتے ہی دروازہ
کھول دیا۔ اور شہزاد شائیں کی آواز سے کار بھگاتا ہوا
ہیڈ کوارٹر سے باہر آگیا۔ مسلم اصفہانی ابھی تک
ڈریکولا کے بازو میں بے بسی سے لٹکا ہوا تھا۔

"اب پتہ چلا مسلم اصفہانی کہ مارنے والے سے
بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے"۔ شہزاد نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ اور مسلم اصفہانی کا چہرہ اور بگڑ گیا۔

ابھی ان کی کار بائی روڈ سے ہو کر مین روڈ
پہنچی ہی تھی کہ اچانک تین کاریں انتہائی تیزی
سے مختلف سمتوں سے لپکتی ہوئی آئیں اور انہوں
نے ان کی کار کو گھیر لیا۔ گھیرا اتنا تنگ تھا۔ کہ
شہزاد کو مجبوراً کار روکنی پڑی۔

پھر ان کاروں میں سے چھ درشت چہروں والے
مسلح افراد تیزی سے نیچے اترے اور انہوں نے
شہزاد کی کار کو گھیر لیا۔ ان میں سے ایک نوجوان نے

ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ تیزی سے کار
کے اگلے ٹائر کی طرف کیا۔ اور دوسرے لمحے اس
کے ریوالور سے شعلہ سا لپکا۔ اور کار کا وہ حصہ
بیٹھتا چلا گیا۔ آنے والے نے کار کا ٹائر پنکچر کر دیا
تھا۔ اور ظاہر ہے اب شہزاد کار کو آگے نہ بڑھا
سکتا تھا۔ مگر ابھی تک ترپ کا پتہ ان کے ہاتھ
میں تھا۔ ان کا چیف کار میں موجود تھا۔

اور پھر آنے والوں نے ایک اور حرکت کی۔
اور انہوں نے ایک کار میں سے ایک سلنڈر سا
نکالا۔ اس سلنڈر کے دہانے پر کسی دھات کی
بنی ہوئی چوکور ٹوپی سی چڑھی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے
سلنڈر کار کے قریب لے آئے۔ اور پھر ان میں
سے ایک نے وہ ٹوپی سلنڈر کے دہانے سے اتاری
اور دوسرے لمحے انہوں نے سلنڈر کار کے دروازے
کے شیشے کی طرف کر کے سلنڈر کا ہینڈل کھینچ لیا۔
سلنڈر میں سے سفید رنگ کے سیال مادے کی
پھوار سی نکلی۔ اور کار کے شیشے پر پڑی۔ اور پھر
شہزاد اور فیصل یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ جیسے
ہی پھوار شیشے سے ٹکرائی۔ شیشہ پانی کی طرح بہہ

کر غائب ہوگیا۔ اب شہزاد کے رُخ پر شیشہ
غائب ہو چکا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ شہزاد سنبھلتا
ان میں سے ایک نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ اندر
ڈال کر دروازہ کھولا اور جھپٹ کر شہزاد کو باہر
گھسیٹ لیا۔

خبردار تمہارا چیف باس میرے قبضے میں ہے
ڈریکولا نے چیخ کر کہا۔ مگر اُس لمحے پچھلے دروازے
کے شیشے پر بھی پھوار مار کر اُسے غائب کیا گیا
اور پھر شہزاد کی طرح فیصل کو بھی باہر گھسیٹ لیا گیا
اب ڈریکولا اور مسلم اصفہانی کار کے اندر رہ گئے
ڈریکولا پچھلی نشست پر اس کے بازو میں لٹکا ہوا
مسلم اصفہانی اگلی نشست پر۔

حملہ آوروں نے کار کو چاروں طرف سے گھیر رکھا
تھا۔ اچانک ایک آدمی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور
پھر جیسے ہی اس کا ہاتھ باہر آیا۔ اس کے ہاتھ
میں ایک باریک سی سوئی موجود تھی۔ اس نے
انتہائی پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر وہ سوئی ڈریکولا کی
پشت میں گھونپ دی۔ ڈریکولا کو پتہ بھی نہ چلا۔
کیونکہ اس کی پشت تھی اور سوئی جسم میں گھستے ہی

ڈریکولا کو یوں محسوس ہوا جیسے اُس کے جسم سے
یک دم جان نکل گئی ہو۔ اُس کا بازو جو مسلم اصفہانی
کی گردن کے گرد جما ہوا تھا۔ بے جان ہو کر خود بخود
لٹک گیا۔ اور مسلم اصفہانی جھٹکا کھا کر اُچھلا اور
دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ بڑی تیزی سے اپنی
گردن مسل رہا تھا۔

ان تینوں کو بھون ڈالو۔ ابھی اور اسی وقت
مسلم اصفہانی نے حواس بحال ہوتے ہی کہا۔

اور جن دو افراد نے اپنے بازوؤں میں شہزاد
اور فیصل کو جکڑا ہوا تھا۔ انہوں نے انتہائی تیزی سے
ان دونوں کو دور دھکیلا۔ اور پھر دوسرے آدمیوں
کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ریوالور سیدھے ہوئے۔
مگر شہزاد اور فیصل دونوں کی جان پر بنی ہوئی تھی۔
وہ نیچے گرتے ہی کسی بندر کی طرح اُچھلے اور دوسرے
لمحے وہ قریب موجود کار کی چھت کے اُوپر سے
ہوتے ہوئے کار کی دوسری طرف جا گرے۔ آنے والے
تیزی سے کار کی دوسری طرف گھومے، مگر اُسی
لمحے کار کی دوسری طرف سے موت کے قہقہے گونجے
اور چار آدمی وہیں سڑک پر ہی تڑپنے لگے۔ باقی

دو نے بڑی پھرتی سے ایک دوسری کار کی آڑ
لے لی۔ مسلم اصفہانی بھی جھپٹ کر ایک کار کی آڑ
میں ہوا۔ اور اُنہوں نے اس کار پر فائرنگ شروع
کر دی. جس کے پیچھے شہزاد اور فیصل چھپے ہوئے
کچھ دیر تک دونوں اطراف سے گولیوں کا
تبادلہ ہوتا رہا۔ اور پھر اچانک ان دونوں کی پشت
پر موت کا قہقہہ گونجا اور ان دونوں کی چیخوں سے
فضا گونج اٹھی۔ آنے والے چھ کے چھ افراد ختم
ہو چکے تھے۔ یہ کارنامہ فیصل نے انجام دیا تھا
وہ شہزاد کو فائرنگ میں مصروف دیکھ کر تیزی سے
کھسکتا ہوا کار کے نیچے گھسا اور پھر کھسک کر
دوسری کار کے نیچے سے ہوتا ہوا۔ ان دونوں کی
پشت پر آ نکلا۔ اور اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے
ریوالور نے ان دونوں کو موت کی وادیوں میں پہنچا
دیا تھا۔ در اصل وہ دونوں جس کار کی آڑ میں
چھپے ہوئے تھے۔ اس کار میں مشین گن اور ریوالور
سیٹوں پر پہلے سے پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ شہزاد
نے مشین گن پر قبضہ کیا تھا۔ اور فیصل نے ریوالور
سنبھال لیا تھا۔

ان حملہ آوروں کے مرتے ہی وہ دونوں
اُٹھے اور اس کار کی طرف دوڑے
تیزی سے
جس کے پیچھے مسلم اصفہانی چھپا ہوا تھا۔ مگر جب
وہ وہاں پہنچے تو وہ غائب تھا۔ کار کے اس طرف
گھنی جھاڑیاں تھیں اور شاید مسلم اصفہانی صورت
حال کو بھانپتے ہوئے راہِ فرار اختیار کر گیا تھا۔
"اصفہانی تو نکل گیا۔ اب ہمیں بھی فوراً ہی یہاں
سے نکلنا چاہیے ایسا نہ ہو ان کے اور ساتھی آ
جائیں"۔ شہزاد نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مسلم
اصفہانی کی کار کی طرف لپکے۔ جس میں ڈریکولا اسی
طرح دونوں بازو اگلی نشست پر لٹکائے بےحس
و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت پر وہ سوئی
ابھی تک موجود تھی۔ شہزاد نے جیسے ہی سوئی کو باہر
کھینچا۔ ڈریکولا ایک جھرجھری لے کر ٹھیک ہو گیا۔
حملہ آور یقیناً چینیوں کے مخصوص طریقۂ علاج آکو
پنکچر کا ماہر تھا۔ کیونکہ اس نے ڈریکولا کی پشت پر
ایسی رگ میں سوئی اتاری تھی۔ کہ جب تک سوئی
ڈریکولا کے جسم میں رہی۔ اس کا تمام جسم بالکل بے
جان رہا۔ مگر سوئی باہر نکلتے ہی دورانِ خون درست

ہوگیا۔ اور ڈریکولا ٹھیک ہو گیا۔

"آؤ ڈریکولا جلدی سے نکل چلیں"۔ شہزاد نے ڈریکولا سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تیزی سے سے باہر آ گیا۔

اور پھر وہ تینوں حملہ آوروں کی ایک کار میں گھستے چلے گئے۔ اس بار ڈریکولا ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ اور دوسرے لمحے کار رائفل میں سے نکلنے والی گولی کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

وزیر اعظم نے جیسے ہی رسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا۔ پی۔ اے کی مؤدبانہ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"سر پاکستانی جاسوس پرائم منسٹر ہاؤس کے گیٹ پر موجود ہیں"۔

"اوہ انہیں فوراً میرے پاس لے آؤ۔ جلدی"۔ وزیر اعظم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"وہ پہنچ گئے کاشانی"۔ وزیر اعظم نے رسیور رکھ کر مسرت بھرے لہجے میں کاشانی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کاشانی مسکرا دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور فیصل شہزاد اکـ

ڈریکولا اندر داخل ہوئے۔ وزیر اعظم اُن کے
استقبال کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کاشانی بھی
کی وجہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کی تیز
اُن پر جمی ہوئی تھیں اور اُس کی آنکھوں میں
حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

"خوش آمدید دوستو۔ مسلم اصفہانی صاحب
ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ نہیں آئے"۔ وزیر اعظم
نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے

"نہیں جناب۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے"
شہزاد نے جواب دیا۔

"یہ رضا کاشانی ہیں یہاں کے مشہور پرائیویٹ
جاسوس اور میرے دوست اور..."۔ وزیر اعظم
نے رضا کاشانی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
پھر جواب میں فیصل شہزاد نے اپنا اور ڈریکولا
کا تعارف کرایا۔ اور پھر رسمی کلمات کے بعد وہ
صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"مسلم اصفہانی صاحب کو آپ نے ہمیں
کے لئے بھیجا تھا"۔ شہزاد نے پوچھا۔

"ہاں یقیناً وہ آران کی سیکرٹ سروس کا چیف

ہے"۔ وزیر اعظم نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ بھی سُن لیجئے کہ مسلم اصفہانی جیب
کاٹے گُلب کے چیف باس بھی ہیں"۔ شہزاد نے
جواب دیا۔ اور وزیر اعظم اور رضا کاشانی یوں
اُچھل پڑے۔ جیسے اُن کے سروں پر بم پھٹ
پڑے ہوں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں ——" وزیر اعظم نے
حیرت کی شدت سے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہم درست کہہ رہے ہیں جناب" شہزاد نے
جواب دیا۔ اور پھر اس نے پوری تفصیل سے
آران کے ایئر پورٹ پر اُترنے سے لے کر اب تک
کے حالات بتائے۔

وزیر اعظم اور رضا کاشانی آنکھیں پھاڑ کے
یوں سُن رہے تھے جیسے شہزاد الف لیلیٰ کی کوئی
طلسماتی کہانی سُنا رہا ہو۔

"حیرت انگیز انتہائی حیرت انگیز۔ میں تصور بھی
نہ کر سکتا تھا کہ غداری اس انتہا تک پہنچ چکی
ہے"۔ وزیر اعظم نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"ہاں واقعی اِس بات کا تو تصور بھی نہ کیا

جا سکتا تھا۔ ویسے آپ لوگوں کی دلیری، پھر[تی] اور ذہانت واقعی قابلِ داد ہے" رضا کاشانی نے بھی انتہائی تعریفی لہجے میں کہا

"میں ابھی مسٹر اصفہانی کی گرفتاری اور اُن کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپے کا حکم دیتا ہوں" وزیر اعظم نے اِس بار غصیلے انداز میں ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اُن کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔

"بے کار ہے واسطی صاحب اصفہانی بھی اِس بات کو جانتا ہے۔ کہ اب وہ بے نقاب ہو چکا ہے اِس لئے اب وہ زیرِ زمین چلا گیا ہوگا۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ ہیڈ کوارٹر اب تک خالی ہو چکا ہوگا اِتنی بڑی تنظیم بیوقوف نہیں ہوتی کہ وہ ہمارے انتظار میں وہاں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہے"۔ رضا کاشانی نے کہا اور وزیر اعظم صاحب نے ہاتھ روک لیا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے" وزیر اعظم نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات کہوں"

شہزاد نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہاں کہیں آپ، بھلا اِس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔" وزیر اعظم نے کہا اور رضا کاشانی بھی چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا پروگرام اب کھانا کھانے کا ہے۔ یقین کیجئے پیٹ میں بھوک کے گھوڑے ریس لگا رہے ہیں۔" شہزاد نے جواب دیا اور وزیر اعظم تو صرف مسکرا دیئے۔ جب کہ رضا کاشانی کا بھرپور قہقہہ کمرے میں گونج اُٹھا۔

"بہت خوب بہت ہی خوب آپ لوگ مجھے بے حد پسند آئے ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا لطف آ جائے گا۔" رضا کاشانی نے کہا۔

"کام کرنے کا یا ساتھ کھانے کا۔" شہزاد نے معصومیت سے کہا۔ اور رضا ایکبار پھر ہنس پڑا۔

وزیر اعظم صاحب نے فوری طور پر ملازم کو بلایا۔ اور کھانا لگانے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد کھانا لگنے کی اطلاع ملی اور وہ سب وہاں سے اُٹھ کر ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں پہنچتے ہی شہزاد تو اِس طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ جیسے وہ اس

اب میں آیا ہی کھانا کھانے کیلئے ہو۔ جب تک شہزاد نے تمام میز صاف نہ کر ڈالی، اُسوقت تک خاموشی طاری رہی۔

"اور کھانا لگواؤں" وزیر اعظم نے از راہ اخلاق اُن سے پوچھا۔

"جناب کیا غضب کر رہے ہیں۔ کچھ بچا بھی رکھیے۔ یہ تو سارے ملک کا غلہ کھا کر بھی ہاتھ نہ روکے گا" فیصل بے اختیار بول پڑا۔ اور وہ سب ہنس پڑے۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ اور ایک بار پھر آئندہ کا پروگرام طے ہونے لگا۔

"آپ ایسا کریں۔ میرے ساتھ چلیں میری کوٹھی ہر طرح سے محفوظ ہے۔ وہاں بیٹھ کر ہم کالے ... کی تنظیم کے چار بڑوں کو تلاش کرنے کا کوئی جامع پروگرام بنائیں گے" رضا کاشانی نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں" شہزاد نے جواب دیا۔

"صرف چند لمحوں کے لئے مجھے اجازت دیجئے

میں ابھی آتا ہوں" وزیر اعظم نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد جب وزیر اعظم صاحب واپس آئے تو اُن کے ہاتھوں میں سُرخ رنگ کے تین کارڈ موجود تھے۔ اِن کارڈوں پر سنہرے رنگ کے عقاب بنے ہوئے تھے۔

"یہ تین کارڈ ہیں یہ آپ رکھ لیں۔ اس کارڈ کو دیکھتے ہی حکومت آران کا ہر فرد آپ کا حکم بجا لانے کا پابند ہوگا" وزیر اعظم نے کارڈ فیصل شہزاد اور رضا کاشانی کو دیتے ہوئے کہا اور انہوں نے شکریہ ادا کرکے کارڈ وزیر اعظم کے ہاتھ سے لے کر جیبوں میں ڈال لئے۔

اور پھر وہ وزیر اعظم سے اجازت لے کر اُن کے کمرے سے باہر آگئے۔ انہوں نے وزیر اعظم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ وقتاً فوقتاً انہیں صورت حال کے متعلق تفصیلات بتاتے رہیں گے۔

چند لمحوں بعد وہ رضا کاشانی کی کار کے قریب پہنچ گئے۔

"ارے یہ کیسی کار ہے۔ انتہائی عجیب وغریب"۔ فیصل شہزاد نے کار کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ میں نے سپیشل آرڈر پر بنوائی ہے۔ اور خود اسے ڈیزائن کیا ہے۔ اس میں بے پناہ خوبیاں ہیں"۔ رضا کاشانی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"واقعی بڑی حیرت انگیز کار ہے"۔ انہوں نے کار میں سوار ہوتے ہوئے کہا اور پھر کار تیزی سے تیزی سے بڑھتی ہوئی پرائم منسٹر ہاؤس سے باہر آگئی۔

مسلم اصفہانی ایک چھوٹے سے کمرے میں بڑی بےچینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ وہ شہزاد اور فیصل کی گرفت سے نکل آنے میں کامیاب تو ضرور ہو گیا تھا۔ مگر اُسے معلوم تھا کہ ابتک وزیر اعظم کو اُس کے متعلق رپورٹ مل چکی ہوگی۔ اس لئے اب اُسے ہمیشہ کسی مجرم کی طرح زیرِ زمین ہی رہنا پڑے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ فوری طور پر اُسے اپنا ہیڈ کوارٹر تبدیل کرنا پڑ گیا تھا۔ اور چونکہ ہیڈ کوارٹر میں ایسی مشینری نصب تھی۔ جو فوری طور پر اکھاڑی نہ جا سکتی تھی۔ اس لئے مسلم اصفہانی نے صرف آدمی وہاں سے نکالے

اور پھر ڈائنا میٹ کے ذریعے پورے ہیڈ کوارٹر
تباہ کر دیا۔

اور اب وہ نئے ہیڈ کوارٹر کے کمرے میں
تھا۔ یہ ہیڈ کوارٹر پہلے عارضی تھا۔ مگر موجودہ
میں اسے مستقل کر دیا گیا تھا۔

مگر یہاں ایسی جدید مشینری موجود نہ تھی۔ جیسی
پہلے ہیڈ کوارٹر میں تھی۔ ادھر کالے گلاب کے
بڑوں کو جب مسلم اصفہانی نے تفصیل بتائی۔ تو
نے اُسے زبردست جھاڑ پلائی اور حکم دیا۔ کہ وہ
زیادہ سے زیادہ تین روز کے اندر ان پاک
جاسوسوں کو موت کے گھاٹ اُتار دے۔ ورنہ چوتھے
دن ناکامی کی صورت میں مرڈر سیکشن کے ذریعے
اُسے گولی مار دی جائے گی۔ اور مسلم اصفہانی
طرح جانتا تھا کہ تنظیم کے چار بڑے جو کہتے ہیں
کر بھی گزرتے ہیں۔ اس لئے اب وہ کوئی ایسا
لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا۔ جس سے اس کی کامیابی
فوری ہونے کے ساتھ ساتھ یقینی بھی ہو۔

اس لائحہ عمل کیلئے سب سے زیادہ ضروری
بات کا معلوم کرنا تھا۔ کہ فیصل شہزاد وزیر اعظم
ہاؤس سے نکل کر کہاں جاتے ہیں۔

چنانچہ اُس نے اپنی تنظیم کے ایک ممبر کو اس
سلسلے میں ہدایات دی تھیں۔ یہ ممبر وزیر اعظم کی
گارد میں کام کرتا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ فیصل
شہزاد ابھی تک وزیر اعظم ہاؤس میں ہیں۔ چنانچہ
اس نے تنظیم کے مختلف سیکشنوں کو ہدایات دے
دی تھیں۔ کہ جیسے ہی وہ دونوں وزیر اعظم ہاؤس
سے نکلیں۔ اُن کی مکمل اور بھرپور نگرانی کی جائے۔ اور
اس وقت وہ ان لوگوں کی طرف سے کسی رپورٹ
کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے بار بار اس
کی نظریں کمرے کے درمیان میں پڑی ہوئی میز پر
موجود ٹیلی فون پر پڑتیں۔ مگر ٹیلی فون مردہ پڑا ہوا
تھا۔ اور اُسے خاموش دیکھ کر مسلم اصفہانی کے چہرے
پر جھنجلاہٹ کے آثار مزید بڑھ جاتے۔ اس کا بس
نہ چل رہا تھا۔ کہ وہ وزیر اعظم ہاؤس کو ہی اُڑا
دے۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اتنی بڑی کاروائی کی اجازت
تنظیم کے بڑے نہ دیں گے۔ اس لئے وہ خون کے
گھونٹ پی کر رہ جاتا۔

اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی اور مسلم

اصفہانی نے یوں جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔ جیسے لمحے کی دیر سے قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

"مسلم اصفہانی سپیکنگ" اس بار مسلم اصفہانی نے اصل نام بتایا۔ کیونکہ اب تنظیم میں سب معلوم ہو گیا تھا۔ کہ ان کا چیف باس اصفہانی

"باس میں نمبر الیون تھری بول رہا ہوں۔ دونوں جاسوس اپنے ملازم کے ساتھ وزیر اعظم ہاؤس سے نکلنے والے ہیں۔ اور خاص بات یہ وہ مشہور پرائیویٹ جاسوس رضا کاشانی کے ساتھ ہیں۔ اور اس کی کار میں جا رہے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ رضا کاشانی وہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔" مسلم اصفہانی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اسے وزیر اعظم صاحب نے بلوایا تھا۔" الیون تھری نے جواب دیا۔

"کیا اس کے پاس وہ عجیب و غریب کار ہے" مسلم اصفہانی نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"یس باس عجیب و غریب ڈیزائن کی کار ہے وہ اس وقت اس میں سوار ہو رہے ہیں۔" الیون

تھری نے جواب دیا۔

"اوہ پھر ایسا کرو تعاقب کرنے والوں کو ہدایات دو۔ کہ اس کار کا تعاقب نہ کریں ورنہ وہ سب کی نظر میں آ جائیں گے۔ یہ کار عجیب و غریب خصوصیات رکھتی ہے۔" مسلم اصفہانی نے ہدایات دیتے ہوئے کہا

"بہتر باس" دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اور سنو" مسلم اصفہانی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار کچھ اور بڑھ گئے۔ رضا کاشانی کے متعلق وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ وہ انتہائی ذہین، چالاک، شاطر اور حد سے زیادہ دلیر آدمی ہے۔ اگر وہ ان شیطان کے چیلے جاسوسوں کے ساتھ مل گیا تو پھر یقیناً تنظیم کے لئے انتہائی مشکلات پیدا ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نے فوری طور پہ ہی فیصلہ کیا۔ کہ رضا کاشانی کے ساتھ ہی فوری طور پر ان جاسوسوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ چند لمحے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر اپنے فیصلہ کن انداز میں کندھے اچکائے۔ وہ ایک نتیجے تک پہنچ چکا تھا۔ رضا کاشانی کی رہائش گاہ کے

متعلق وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ شہر کے
ایک مضافاتی بستی میں ایک چھوٹی سی [illegible]
کے پتھروں سے بنی ہوئی ایک کوٹھی تھی۔
بحیثیت سیکرٹ سروس چیف کے اس نے
کاشانی کی فائل پڑھی ہوئی تھی۔ اس کے
رضا کاشانی نے اپنی کوٹھی میں حفاظت کا
ترین الیکٹرونک نظام فٹ کیا ہوا تھا۔ یہ
ایسا تھا کہ رضا کاشانی کی اجازت کے بغیر
بھی کوٹھی کے اندر داخل نہ ہو سکتی تھی۔
اچھی طرح معلوم تھا کہ رضا کاشانی ان
کو لے کر اس کوٹھی میں جائے گا۔ اور چونکہ
ہو چکی ہے۔ اس لئے کم از کم آج کی رات
اطمینان سے وہیں رہیں گے۔ اور آئندہ کا
سوچیں گے۔ اور مسلم اصفہانی چاہتا تھا کہ ان
کل کا سورج طلوع نہ ہو۔

اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون کا رسیور
اور تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔
ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس ایم۔ ایس سپیکنگ" دوسری طرف

مرڈر سیکشن کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"اصفہان سپیکنگ" مسلم اصفہانی نے جواب دیا۔

"یس باس" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"مرڈر سیکشن میں سے پانچ ایسے افراد نئے ہیڈ کوارٹر میں بھجوا دو۔ جو جان دینا جانتے ہوں اور سنو ان پانچوں افراد کے جسموں میں الیون تھرٹی بم انجیکٹ کر دینا" مسلم اصفہانی نے کہا۔

"اوہ مگر ....." انچارج کے لہجے میں تذبذب تھا

"یہ تنظیم کے چار بڑوں کا حکم ہے۔ تنظیم کیلئے یہ قربانی لازمی ہوگی" مسلم اصفہانی نے لہجے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ایسا ہی ہوگا۔ آدمی ایک گھنٹے بعد پہنچ جائیں گے" دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ اور مسلم اصفہانی نے ایک بار پھر رسیور رکھ دیا۔

اب اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار تھے اس نے فیصل شہزاد اور کاشانی کے خاتمے کے لئے انتہائی بھیانک اور ظالمانہ منصوبہ تیار کیا تھا الیون

تھرڈی بم انتہائی جدید ترین قسم کے بم تھے
جو سیال مادے کی صورت میں تیار کیے گئے
تھے۔ اور انہیں سرنج کے ذریعے انسانی جسم
میں انجیکٹ کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح وہ خون
میں مل کر جسم میں گردش کرتے رہتے تھے۔
ایک مخصوص مشین کے ذریعے ایک خاص قسم کی
شعاعیں ان انسانوں پر ڈالی جاتیں۔ جن کے جسم
میں یہ بم موجود ہوتے تو وہ تیزی سے پھیل
ہوکر پھٹ جاتے۔ اور اس انسان کے چیتھڑے
اڑ جاتے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ جسم کا باریک
سے باریک ذرہ بھی بم کا روپ دھار جاتا۔
جس چیز سے یہ ٹکراتا اسے بھی تباہ کر دیتا۔
تو ایک ہی بم بردار آدمی اس کوٹھی کی تباہی
کیلئے کافی تھا۔

مگر مسلم اصفہانی کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہتا
تھا۔ اس لئے اس نے پانچ آدمیوں کی قربانی
کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے پروگرام یہ بنایا
کہ ان پانچوں آدمیوں کو وہ رضا کاشانی کی کوٹھی
میں داخل کرا دے گا۔ اور خود کوٹھی کے
قریب چھپ جائے گا۔ اسے معلوم تھا۔ کہ ان پانچوں
آدمیوں کے اندر داخل ہوتے ہی رضا کاشانی جدید
حفاظتی نظام کی مدد سے انہیں فوراً نہ صرف چیک
کرے گا۔ بلکہ وہ انہیں پکڑ لے گا۔ اور یہ وہی
وقت ہوگا۔ جب۔ مسلم اصفہانی وہ خاص قسم کی
شعاعوں والا بم اس کوٹھی میں اچھال دے گا۔
اور شعاعیں اس بم سے نکل کر پوری کوٹھی میں
پھیل جائیں گی۔ اور پھر جیسے ہی یہ شعاعیں ان
پانچوں آدمیوں کے جسموں سے ٹکرائیں گے۔ ایسون تھرڈی
بم پھٹ پڑیں گے۔ اور پوری کوٹھی کے پرخچے
اڑ جائیں گے۔ اس طرح وہ پاکستانی جاسوس رضا
کاشانی سمیت اس دنیا سے کوچ کر جانے پر مجبور
ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس نے ایک بار رسیور اٹھایا۔ اور نمبر
ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہوگیا
"مرڈر سیکشن سے پانچ افراد آنے والے ہیں۔
انہیں میرے پاس بھجوا دینا۔ فوراً" مسلم اصفہانی
نے کہا۔

"بہتر باس" دوسری طرف سے کہا گیا اور مسلم

اصفہانی نے کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ملانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو مسلم اصفہانی سپیکنگ" رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"یس سر انچارج سٹور سپیکنگ" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"ایون تھرٹی بم کی آپریٹنگ شعاعوں والا ٹیسٹر میرے پاس بھجوا دو" مسلم اصفہانی نے اُسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس ابھی بھجوا دیتا ہوں" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور مسلم اصفہانی نے ایک بار پھر کریڈل دبایا۔ اور دوسرے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹیوٹا ویگن کو پورچ میں تیار کر کے بھجوا دو میں پانچ آدمیوں سمیت اس میں جاؤں گا" مسلم اصفہانی نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔

"بہتر جناب کوئی اسلحہ بھی اس میں رکھوانا ہے" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں اسلحے کی ضرورت نہیں ہے" مسلم اصفہانی

نے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

اب اُس کے چہرے پر اطمینان کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔ اُسے یقین تھا کہ اس بار اُس کا داؤ خالی نہ جائے گا۔ اور مرڈر سیکشن کے پانچ آدمیوں کی قربانی دے کر وہ ہمیشہ کے لئے ان بلاؤں سے چھٹکارا پا لے گا۔ جنہوں نے اس ملک میں آتے ہی اُسے ننگی کا ناچ نچا دیا۔

رضا کاشانی نے اس عجیب و غریب کار کے دروازے کھولے اور پھر انہیں اندر بیٹھنے کیلئے کہا۔ ڈریکولا اور شہزاد پچھلی سیٹ پر بیٹھے۔ جب کہ فیصل رضا کاشانی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار جس قدر باہر سے عجیب و غریب ڈیزائن کی تھی اسی طرح اندر سے بھی انتہائی حیرت انگیز تھی۔ اس میں سٹیرنگ اور کلچ بریک وغیرہ کچھ بھی نہ تھا بلکہ ڈرائیونگ سیٹ کے سامنے خوبصورت سا ڈائل بنا ہوا تھا۔ اس خوبصورت ڈائل کے نیچے مختلف رنگ کے بٹنوں کی دو قطاریں تھیں۔ فیصل اور شہزاد بڑی حیرت بھری نظروں سے اس عجیب و غریب ڈیزائن کو دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیسی کار ہے۔ اس میں تو سٹیرنگ بھی نہیں ہے۔ نہ ہی کلچ، ایکسیلیٹر اور بریک پیڈل نظر آ رہے ہیں۔" فیصل کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی

"یہ کار الیکٹرونک کمپیوٹرڈ کنٹرول چلتی ہے۔" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ایک ناب کو گھمایا۔ ڈائل پر موجود ایک سُرخ رنگ کی سُوئی تیزی سے مختلف ہندسوں پر دوڑنے لگی۔ جب وہ ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو رضا کاشانی نے ناب چھوڑ کر ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے کار تیزی سے حرکت میں آئی۔ جب کہ رضا کاشانی اطمینان سے سیٹ سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کار کے سامنے دُوسری کاروں کی طرح شیشہ لگا ہوا نہیں تھا جس سے باہر دیکھا جا سکتا بلکہ اس شیشے کی بجائے ایک بڑی سی سکرین نصب تھی۔ جیسے ہی کار حرکت میں آئی۔ سکرین روشن ہو گئی۔ اور اب اس سکرین پر ارد گرد کا منظر پُوری طرح روشن نظر آ رہا تھا۔ بلکہ ایک سائیڈ پر پیچھے کا منظر بھی پُوری وضاحت سے موجود تھا۔ کار خود بخود دُوسری کاروں سے بچتی ہوئی۔ اور راستہ بناتی ہوئی خاصی تیز رفتاری سے دوڑی

جا رہی تھی۔ جہاں چوک پر ٹریفک سگنل تھے۔ سرخ بتی ہوتے ہی کار خود بخود رک جاتی اور سبز بتی روشن ہوتے ہی وہ خود بخود چل پڑتی۔ پر وہ خود بخود مڑ جاتی۔ راستے میں کوئی رکاوٹ تو ہارن خود بخود بجنے لگ جاتا۔

"کمال ہے یہ تو یوں لگتا ہے جیسے اس کوئی جن چلا رہا ہے۔" فیصل نے حیرت کی شدت بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں موجودہ سائنس ہی وہ جن ہے۔ جسے نے قابو کر لیا ہے۔" رضا کاشانی نے مسکراتے جواب دیا۔

اور پھر وہ تینوں حیرت سے اس عجیب و جناتی کار کی کارکردگی دیکھتے رہے۔ اور کار تیز رفتاری سے مختلف سڑکوں پر گھوم کر دوڑتی جلد ہی ایک مضافاتی کالونی میں داخل ہوگئی۔ یہ کالونی شاید نئی آباد ہوئی تھی کیونکہ اس بے شمار کوٹھیاں ابھی زیر تعمیر تھیں۔ کار سرخ کی ایک چھوٹی سی کوٹھی کے پھاٹک پر جا کر گئی۔ رضا کاشانی نے ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے بٹن

سے ایک بٹن دبایا تو کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کار بھی تیزی سے آگے بڑھی اور کوٹھی کے اندر پورچ کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ پورچ میں جا کر جیسے ہی کار رکی رضا کاشانی نے ایک اور بٹن دبایا۔ اور کار انتہائی تیزی سے کسی لفٹ کی طرح زمین میں دھنستی چلی گئی۔

"یہ تو پورا طلسم ہوشربا ہے۔" پہلی بار شہزاد نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے دشمن بیشمار ہیں۔ اس لئے میں نے مخصوص انتظامات کر رکھے ہیں۔" رضا کاشانی نے بٹن دبایا۔ اور کار کے دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے اور پھر رضا کاشانی سمیت وہ تینوں کار سے باہر آ گئے۔

"آؤ میرے ساتھ" رضا کاشانی نے کہا اور تیزی سے ہال کے دائیں کونے میں بنے ہوئے ایک دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور وہ سب دروازہ پار کر گئے۔ دوسری طرف ایک طویل سرنگ تھی۔ جس میں ایک چھوٹی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر رضا کاشانی کے کہنے پر وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔ اور رضا کاشانی نے

جیپ سٹارٹ کی اور دوسرے لمحے جیپ اُس اند
سرنگ میں تیزی سے دوڑتی چلی گئی۔

"حیرت انگیز انتہائی حیرت انگیز" فیصل شہزاد نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔" رضا کاشانی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی تمام تر توجہ جیپ چلانے پر مرکوز تھی۔

تھوڑی دیر بعد سرنگ کا اختتام ہو گیا۔ اور رضا کاشانی نے جیپ روک دی۔ اور پھر وہ سب اُتر کر سامنے والی دیوار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ رضا کاشانی نے جیب سے ایک چھوٹی سی پتری نکالی اور اُسے دیوار کے ایک کونے میں ایک اینٹ پر چپکا کر کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے دیوار درمیان سے اس طرح کھل چلی گئی جیسے الماری کے پٹ کھلتے ہیں۔ دوسری طرف سیڑھیاں تھیں۔ اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ اب وہ ایک اور کوٹھی میں موجود تھے۔

رضا کاشانی انہیں لے کر کمرے میں آیا۔ اور پھر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود ایک دروازے میں غائب ہو گیا۔

"کمال ہے اس شخص نے تو بڑا لمبا چوڑا چکر چلایا

رکھا ہے۔" فیصل نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں بعد رضا کاشانی ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا۔ اس میں چائے اور کیک پیسٹریاں موجود تھیں۔

"باورچی کو میں نے شہزاد صاحب کیلئے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا ہے۔" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ آپ واقعی سمجھ دار ہیں۔" شہزاد نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"جب تک میں کھانا کھلاتا رہوں گا۔ سمجھدار ہی رہوں گا۔" رضا کاشانی نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی سب ہنس پڑے۔ چند لمحوں بعد وہ سب چائے پینے میں مصروف تھے۔

"میرا خیال ہے آج رات صرف آرام کیا جائے آپ لوگ بھی تھکے ہوئے ہیں۔ صبح کوئی باقاعدہ پلان بنا کر کام شروع کریں گے۔" رضا کاشانی نے کہا۔

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ کھانا آ رہا ہے۔" شہزاد نے چونک کر پوچھا۔

"کھانا کمرے میں پہنچ جائے گا۔ بے فکر رہیں۔" رضا کاشانی نے جواب دیا۔ اور شہزاد نے اطمینان

بجرے انداز میں سر ہلا دیا۔

اور پھر وہ انہیں ایک بڑے کمرے میں لے آیا۔ جہاں تین آرام دہ بستر موجود تھے۔ وہ تینوں آتے ہی بستروں پر دراز ہو گئے۔ اسی لمحے ملازم اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک بڑا ٹرے اٹھایا ہوا تھا۔

"لیجیئے صاحب آپ کا کھانا آگیا"۔ رضا کاشانی نے جو شہزاد کے قریب موجود تھا۔ ہنستے ہوئے کہا اور شہزاد اچھل کر بیٹھ گیا۔ ملازم نے ٹرے ساتھ والی میز پر رکھ دیا۔ شہزاد تو کھانا دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جب کہ فیصل بستر پر لیٹا سوچ رہا تھا کہ اب کالے گلاب کی تنظیم کا پتہ کیسے چلایا جائے گا۔ سوچتے ہوئے اس کی نظریں بے خیالی میں پورے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اور پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ کمرے کی دائیں طرف کی دیوار کے ساتھ میز پر چوڑی سکرین والا ٹیلی ویژن اسے نظر آگیا تھا۔

"میرا خیال ہے۔ یہ ٹیلی ویژن ہے۔ چلو اس کے پروگرام ہی دیکھتے ہیں"۔ فیصل نے کہا اور پھر بستر سے اتر کر وہ ٹیلی ویژن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے اس کا بٹن آن کیا تو سکرین پر [illegible] کے جھماکے ہونے لگے۔

اور چند لمحوں بعد سکرین روشن ہو گئی۔ مگر دوسرے لمحے فیصل چونک پڑا۔ کیونکہ سکرین پر اس وقت اسی سرنگ کا منظر نظر آ رہا تھا۔ جس سے گذر کر وہ آئے تھے۔ وہ جیپ اس سرنگ میں دوڑ رہی تھی۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر رضا کاشانی بیٹھا ہوا تھا۔ فیصل خاموشی سے دیکھتا رہا۔

سرنگ کے اختتام پر جیپ رکی۔ اور رضا کاشانی اچھل کر نیچے اترا۔ اور پھر دروازے میں سے ہوتا ہوا اسی ہال میں پہنچ گیا۔ اب ٹیلی ویژن سکرین پر ہال کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہال میں وہ عجیب و غریب سی کار موجود تھی۔ رضا کاشانی کار کی طرف جانے کی بجائے ہال کے ایک کونے کی طرف بڑھا اور اس نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے دیوار درمیان سے شق ہو گئی۔ اور رضا کاشانی اس خلا میں داخل ہو گیا منظر ایک بار پھر بدل گیا۔ اب رضا کاشانی ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ اور پھر وہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح اوپر چڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ رک گئی۔ اور رضا کاشانی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک تنگ سی راہ داری میں سے گزر رہا

تھا۔ سکرین پر منظر خود بخود بدلتے چلے جا رہے تھے۔ فیصل سمجھ گیا۔ کہ یہ تمام سلسلہ رضا کاشانی کا اپنا کردہ ہے۔ وہ یہاں بیٹھ کر ٹیلی ویژن کی مدد سے اس کوٹھی کو چیک کر سکتا تھا۔

رضا کاشانی اب بڑے سے کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں دیواروں کے ساتھ مختلف قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ یہ کمرہ کوئی بہت بڑی لیبارٹری لگ رہا تھا۔

اسی لمحے شہزاد کی ڈکار لینے کی آواز سنائی دی اور فیصل سمجھ گیا کہ شہزاد نے کھانا ختم کر لیا ہے۔

"واہ واہ یہ ٹیلی ویژن چل رہا ہے۔ ارے یہ تو رضا کاشانی ہے۔" شہزاد نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں رضا کاشانی ہمیں چھوڑ کر واپس اسی سرخ رنگ والی کوٹھی میں گیا ہے۔" فیصل نے کہا اور شہزاد نے ہنکارا بھرا اب اس کی نظریں بھی سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

رضا کاشانی اب ایک میز کے پیچھے بیٹھا میز پر رکھے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر کو آن کر رہا تھا کہ اچانک کمرے کے دائیں کونے میں موجود ایک سکرین روشن ہو گئی اور انہوں نے رضا کاشانی کو چونکتے دیکھا۔

"کوئی شخص کوٹھی میں داخل ہوا ہے۔" رضا کاشانی کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ اس کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اور پھر سکرین پر بیک وقت پانچ قوی ہیکل نوجوان مختلف اطراف سے کوٹھی کی بیرونی دیواریں پھلانگ کر داخل ہوئے۔ اور رضا کاشانی کے چہرے پر پُراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"کوٹھی پر حملہ ہوا ہے۔" فیصل نے جواب دیا۔

اِدھر رضا کاشانی نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ اور اسی لمحے فیصل اور شہزاد نے ان پانچوں حملہ آوروں کو جو بڑے محتاط انداز میں چلتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ ہوا میں اُچھل کر زمین پر گرتے دیکھا۔ وہ پانچوں بُری طرح ہاتھ پیر مار رہے تھے اور پھر ان کے جسم تیزی سے عمارت کی طرف گھسٹتے چلے آتے۔ اور شہزاد اور فیصل حیرت سے دیکھتے رہے۔ وہ پانچوں آدمی عمارت کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔ جیسے کسی جال میں پھنسے ہوئے ہوں۔ مگر جال نظر نہ آ رہے تھے۔ اور پھر وہ پانچوں ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ نادیدہ جال غائب ہو گئے۔ اور وہ پانچوں اُچھل کر

کھڑے ہو گئے۔ اُن کے چہروں پر حیرت کے تاثرات تھے۔ یہ سب کچھ رضا کاشانی کے کمرے میں موجود سکرین پر واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ اور پورا کھیل ٹیلی ویژن سکرین پر فیصل اور شہزاد دیکھ رہے تھے۔

رضا کاشانی نے ان پانچوں کے کمرے میں پہنچے ہوئے ٹرانسمیٹر پر تیزی سے ایک فریکونسی تبدیل کی اور پھر مائیک آن کر دیا۔

"تم پانچوں کی موت تمہیں یہاں گھیر لائی ہے" رضا کاشانی کی بھاری اور سرد آواز گونجی۔ اور آواز یقیناً ان پانچوں تک پہنچ گئی تھی۔

"کیا تم کالے گلاب سے تعلق رکھتے ہو۔ رضا کاشانی نے دوبارہ پوچھا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتے۔ کمرے میں موجود ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔ اور رضا کاشانی چونک کر اس سکرین کو دیکھنے لگا۔ سکرین پر ایک چھوٹا سا بم نما گولہ اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ گولہ کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں آ گرا۔ اور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ مگر اس میں سے نہ کوئی شعلہ نکلا اور نہ کسی دھماکے کی آواز سنائی دی۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا" فیصل کے منہ سے نکلا۔ ادھر رضا کاشانی بھی دانت بھینچے غور سے اس بم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نمایاں تھے اور پھر شاید چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک ایک خوفناک دھماکہ فیصل شہزاد کو سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی انہیں وہ کمرہ جس میں رضا کاشانی موجود تھا۔ دھماکے کے ساتھ ہی پھٹتا دکھائی دیا۔ ہر طرف آگ ہی آگ پھیل گئی۔ اور ایک لمحے بعد ہی ٹیلی ویژن سکرین تاریک ہو گئی۔

"یہ کیا ہوا" فیصل اور شہزاد کے منہ سے بیک وقت نکلا اور وہ دونوں تیزی سے بستر سے اچھل کر نیچے آ گئے۔ اُسی لمحے ملازم دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

"صاحب کوٹھی تباہ ہو گئی۔ کوٹھی کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ کاشانی صاحب کے ملازم نے کہا اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"کوٹھی تباہ ہو گئی" فیصل شہزاد نے بیک وقت چیخ کر کہا۔ اور پھر وہ دونوں دوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ڈریکولا بھی جو خاموشی یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔ ان کے پیچھے لپکا۔ اور پھر وہ تھوڑی دیر بعد کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ دوسرے لمحے منظر سامنے تھا ان کی کوٹھی سے چوتھی کوٹھی میں آگ کے شعلے آسمان تک بلند ہو رہے تھے۔ اور ہر طرف گرد و غبار کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"کاشانی سمیت کوٹھی اڑا دی گئی" فیصل شہزاد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اور اگر ہم اس کوٹھی میں ہوتے" فیصل نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

"آؤ جلدی شاید کاشانی بچ نکلا ہو" شہزاد نے کہا اور گیٹ کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ فیصل اور ڈریکولا اس کے پیچھے تھے۔

مسلم اصفہانی مرڈر سیکشن کے ان پانچ افراد کے پہنچتے ہی رضا کاشانی کی کوٹھی پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اُسے ایون تھرٹی بم کی آپریٹنگ مشین بھی مل چکی تھی۔ چنانچہ وہ ان افراد کو جن کے خون میں ایون تھرٹی بم محلول کی صورت میں دوڑ رہا تھا۔ ساتھ لئے ویگن میں سوار ہوا اور پھر چند لمحوں بعد ویگن تیزی سے دوڑتی ہوئی اس مضافاتی کالونی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ جس میں رضا کاشانی کی سُرخ رنگ کی کوٹھی موجود تھی۔

"چیف باس ہمیں کیا کرنا ہے" ایک نوجوان نے مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"تم پانچوں نے ایک کوٹھی میں خفیہ طور پر داخل

ہوتا ہے اور وہاں موجود چار آدمیوں کو دیکھتے ہی گولی مار دینی ہے۔" مسلم اصفہانی نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
"کیا وہاں صرف چار آدمی ہوں گے" اسی آدمی نے پوچھا۔

"خیال تو یہی ہے۔ بہر حال جتنے بھی افراد ہوں ان سب کا خاتمہ ضروری ہے۔" مسلم اصفہانی نے بڑے پُراسرار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس آپ بے فکر رہیں۔ ایک بھی آدمی اس کوٹھی سے آج باہر نہ آسکے گا۔ اسی آدمی نے جو شاید باقی چاروں میں سے سینئر تھا۔ بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" مسلم اصفہانی چونکہ خود ہی ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس لئے اس نے ویگن رضا کاشانی کی سُرخ کوٹھی سے کافی دور ایک بڑے درخت کے نیچے روک دی۔ اور پھر وہ ان پانچوں سمیت ویگن سے نیچے اتر آیا۔ اور وہ پانچوں بڑے چوکنے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ مسلم اصفہانی انہیں لئے ہوئے سُرخ کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ سُرخ کوٹھی سے تھوڑی دور وہ رک گیا۔

"وہ دیکھو سامنے سُرخ رنگ کی کوٹھی ہے۔ تم نے اس کوٹھی میں داخل ہونا ہے۔ مگر اس وقت جب میں اشارہ کاشن دوں۔"

"بہتر جناب" ان پانچوں نے سر جھکا کر کہا۔ اور پھر مسلم اصفہانی کے کہنے پر وہ پانچوں اس کوٹھی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جبکہ مسلم اصفہانی واپس ویگن کی طرف مڑ گیا۔ ویگن کے قریب پہنچ کر اس نے ڈرائیونگ سیٹ کو اوپر اٹھایا تو اس کے نیچے ایک صندوق سا بنا ہوا تھا۔ یہ صندوق مختلف قسم کے اسلحے سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے ایک چوڑی مگر مختصر نال والی بندوق اٹھائی۔ اور پھر اس کا میگزین کھول کر جیب میں سے ایون تھرٹی کو چلانے والا بم نکال کر اس نے اس خاص قسم کی بندوق کے میگزین میں ڈال کر میگزین بند کر دیا۔ اور پھر بندوق کو اس نے اپنے اوور کوٹ کے اندر چھپا لیا۔ اور تیزی سے چلتا ہوا دوبارہ سُرخ کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سُرخ کوٹھی کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کیلئے رک گیا۔ اور پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوٹھی سے نکل سامنے سڑک پار ایک بڑا اور گھنا درخت

موجود تھا۔ مسلم اصفہانی تیزی سے اس درخت کی طرف
بڑھا اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ اس درخت پر چڑھتا
چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ درخت کی سب سے اُوپر
والی شاخ پر پہنچ گیا۔ اب اس جگہ سے وہ کوٹھی
کے اندر آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ وہاں مضبوطی سے
اپنے پیر جما کر اس نے کوٹ کی جیب سے ایک
عجیب ساخت کا چھوٹا سا پستول نکالا اور اس کا
رُخ آسمان کی طرف کرکے اس نے ٹرائیگر دبا دیا۔
ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز سُنائی دی اور کوئی چیز
پستول کی نال سے نکل کر تیزی سے آسمان کی طرف
اُٹھتی چلی گئی۔ پھر کافی بُلندی پر جا کر وہ پھٹی اور
یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ستارہ ٹوٹا ہو۔ یہ سِگنل
کاشن تھا۔

مسلم اصفہانی نے پستول واپس جیب میں ڈالا اور
پھر اس کی نظریں کوٹھی پر جم گئیں۔ کوٹھی کے بیرونی
بلب جل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کا صحن
صاف نظر آ رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد دونوں سمتوں
سے اُسے پانچ اِنسانی سر دیواروں سے اُبھرتے
ہوئے نظر آئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پانچ انسانی

ے بڑی احتیاط سے کوٹھی کے اندر کُود گئے اور
اصفہانی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی
وہ جانتا تھا کہ یہ پانچ اِنسان نہیں بلکہ پانچ
بم ہیں۔ جو رضا کاشانی کی کوٹھی میں اس کی
اُن تینوں جاسوسوں کی موت بن کر داخل ہوئے

وہ پانچوں چند لمحے دیوار کے ساتھ چپکے رہے پھر
آہستہ آہستہ اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ مگر
ابھی اُنہوں نے چند ہی قدم اُٹھائے ہوں گے۔ کہ
اچانک وہ ہوا میں اُچھل کر زمین پر گرے وہ پانچوں
بُری طرح ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ اور پھر اُن کے جسم
تیزی سے عمارت کی طرف گھسٹتے چلے گئے۔ یوں
لگتا تھا جیسے وہ پانچوں کسی نظر نہ آنے والے جال
میں پھنسے گھسٹتے ہوئے عمارت کی طرف کھنچتے چلے جا
رہے ہوں۔ اور پھر مسلم اصفہانی کے دیکھتے ہی دیکھتے
وہ پانچوں عمارت کے اندر غائب ہو گئے۔
مسلم اصفہانی نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی
کیونکہ ان پانچوں افراد کا اس طرح پکڑے جانا ہی
یہ ثابت کرتا تھا کہ رضا کاشانی کوٹھی میں موجود ہے

اور ظاہر ہے اس کے ساتھ فیصل شہزاد اور ڈریکولا بھی موجود ہوں گے۔

اس نے چند لمحے انتظار کیا۔ اور پھر اوور کوٹ کے اندر سے وہ چوڑی مگر مختصر نال والی بندوق نکالی۔ اور اس کا رُخ کوٹھی کی طرف کر کے اس نے دانت بھینچ کر اس کا ٹریگر دبا دیا۔ بندوق کا ٹریگر دبتے ہی اس کی نال کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اور پھر اس میں سے وہ بم جس کے اندر ایلون تھرٹی کو پھاڑنے والی شعاعیں موجود تھیں۔ ہوا میں اڑتا ہوا تیزی سے کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے بم عین صحن کے درمیان میں پکے فرش پر پوری قوت سے ٹکرایا۔ اور اس کے ریزے ریزے ہو گئے۔

اس بم کے ریزہ ریزہ ہونے کے چند ہی لمحوں بعد اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور پھر تو جیسے خوفناک دھماکوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی پوری کوٹھی یوں فضا میں بکھرتی چلی گئی۔

جیسے وہ تنکوں کی بنی ہوئی ہو اور زبردست ... نے اسے فضا میں بکھیر دیا ہو۔ گردو غبار کا بادل سا اُٹھا اور اس کے ساتھ ہی خوفناک شعلے بھڑک اُٹھے۔

اب ارد گرد کی کوٹھیوں سے بے تحاشا لوگ نکل کر ... کاشانی کی کوٹھی کی طرف دوڑ رہے تھے۔

مسلم اصفہانی چند لمحے خاک اور شعلوں میں لپٹی ہوئی کوٹھی کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ بڑے اطمینان سے ذرا اور دُور کھڑی ویگن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد پولیس نے سارے علاقے کو گھیر لینا ہے۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ یہاں سے نکل جائے۔

جلد ہی وہ ویگن کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ سیٹ اُٹھا کر بندوق دوبارہ سیٹ کے نیچے بنے ہوئے صندوق میں ڈالی۔ اور پھر سیٹ سیدھی کر کے وہ اُچھل کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور ویگن سٹارٹ ہو کر تیزی سے مڑی اور واپس شہر کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

مسلم اصفہانی کا چہرہ مسرت سے کھلا ہوا تھا۔

آخرکار فیصل شہزاد کو ختم کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اب کم از کم چار بڑوں کے سامنے اس نے اپنا اعتماد بحال کر لیا تھا۔ اور پھر اچانک اُسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ خود چار بڑوں کو جا کر یہ خوش خبری سُنائے۔ چُنانچہ اُس نے ویگن کا رُخ ایک اور مضافاتی کالونی کی طرف موڑ دیا۔ جہاں ایک بڑی کوٹھی میں چار بڑوں میں سے ایک رہتا تھا۔ مسلم اصفہانی ایک بار چار بڑوں کی میٹنگ میں شامل ہوا تھا۔ اور گو میٹنگ میں چار بڑوں نے نقاب لگا رکھے تھے۔ مگر ان میں سے ایک کو وہ قد و قامت اور آواز سے پہچان چکا تھا۔ اور پھر اس کوٹھی کی خفیہ نگرانی کرا کر وہ تہیہ کر چکا تھا کہ وہ شخص اس کوٹھی میں رہتا ہے۔

فیصل شہزاد اور ڈریکولا پچھلی گلی میں سے بھاگتے جب سڑک پر پہنچے تو اچانک شہزاد ٹھٹک گیا۔ کیونکہ اُسے سامنے سڑک پر تیز تیز قدم اُٹھاتا ایک شخص چلتا ہوا نظر آیا۔ اور اس کا قد و قامت اور چال دیکھ کر شہزاد ایک لمحے میں پہچان گیا۔ کہ وہ شخص مسلم اصفہانی ہے۔ اور پھر جب وہ ایک بجلی کے کھمبے کے نیچے سے گذرا جس پر ایک بلب روشن تھا۔ اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"آؤ فیصل مسلم اصفہانی جا رہا ہے۔ اس کا تعاقب کریں۔ رضا کاشانی کا تو صبح اخبار سے بھی پتہ چل جائیگا مگر مسلم اصفہانی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کے اڈے کا پتہ نہ چلے گا۔" شہزاد نے فیصل سے مخاطب

ہو کر کہا اور فیصل نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیونکہ وہ بھی مسلم اصفہانی کو دیکھ چکا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے مسلم اصفہانی کا تعاقب کرنے لگے۔ اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مسلم اصفہانی درخت کے نیچے کھڑی ہوئی ویگن کے قریب پہنچ گیا۔ چند لمحے وہ دروازہ کھول کر جھکے جھکے کچھ کرتا رہا۔ اسی دوران وہ تینوں چلتے ہوئے تیزی سے ویگن کے عقبی سمت میں پہنچ گئے۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مسلم اصفہانی ویگن میں سوار ہو گیا۔ اسی لمحے شہزاد نے ویگن کی پچھلی سمت موجود سیڑھی کے ڈنڈے پکڑے اور آہستگی سے ویگن کی چھت جس پر سامان لادنے کے لئے جنگلا سا بنا ہوا تھا۔ چڑھ کر لیٹ گیا۔ فیصل نے بھی اس کی پیروی کی۔ اسی لمحے ویگن سٹارٹ ہو کر مڑی اور ڈریکولا سب سے آخر میں بھاگ کر اوپر چڑھ گیا۔

پھر ویگن تیزی سے شہر کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ جب کہ اس کے اوپر جنگلے میں وہ تینوں پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ انہیں اطمینان تھا کہ انہیں کوئی چیک نہ کر سکے گا۔ کیونکہ ایک تو رات تھی۔ دوسرا جنگلے کے کنارے خاصے اونچے تھے اور وہ لیٹے

ونے کی وجہ سے سائیڈوں سے نظر نہ آتے تھے۔

ویگن مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک اور مضافاتی کالونی میں داخل ہوئی۔ اور پھر ایک کافی بڑی کوٹھی کے گیٹ پر جا کر رک گئی۔ ویگن کا ہارن تین بار مخصوص انداز میں بجا اور اس کے ساتھ ہی کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ویگن اندر داخل ہوگئی اور لان کراس کر کے بڑے سے پورچ میں جا کر رک گئی۔

شہزاد نے دیکھا کہ پورچ میں پانچ چھ مسلح افراد موجود تھے۔ انہوں نے ویگن کو گھیر لیا تھا۔ پھر مسلم اصفہانی ویگن سے نیچے اتر آیا۔

"نمبر ون سے فوراً ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" مسلم اصفہانی نے ایک مسلح شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر۔ آپ انتظار فرمائیں۔ ہم اطلاع کر دیتے ہیں" اس شخص نے کہا اور پھر وہ تیزی سے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہی مسلح شخص باہر آیا۔

"نمبر ون پوچھ رہے ہیں کہ ٹرانسمیٹر پر بات کرنے

کی بجائے۔ آپ خود کیوں آئے ہیں" مسلح شخص نے اس بار قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

"انہیں کہہ دیں کہ ایک زبردست خوشخبری سنانے آیا ہوں" مسلم اصفہانی نے کہا۔

"ٹھیک ہے اب آگئے ہیں تو آئیے" مسلح شخص نے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ مسلم اصفہانی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

شہزاد اور فیصل ویگن کی چھت پر لیٹے سب باتیں سن رہے تھے۔ نمبر ون کے حوالے اور ٹرانسمیٹر کے لفظ سے وہ سمجھ گئے کہ یہ نمبر ون یقیناً تنظیم کے چار بڑوں میں سے ایک ہوگا۔ چونکہ نیچے مسلح آدمی موجود تھے۔ اس لئے وہ چھت پر لیٹے رہے۔ ان کا پروگرام یہ تھا۔ کہ جب مسلم اصفہانی ویگن لے کر واپس جائے گا۔ تو وہ کوٹھی سے باہر پہنچ جائیں گے اور بعد میں خفیہ طور پر اس کوٹھی میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر اب اس اتفاق کا وہ کیا کرتے کہ کہیں سے ایک چیونٹا رینگتا ہوا چھت پر پہنچ گیا اور پھر چھت پر لیٹے ہوئے ڈریکولا کے پاس پہنچ کر وہ اچانک اس کی ناک میں چڑھ گیا۔ چونکہ ڈریکولا منہ

لگائے خاموش پڑا ہوا تھا۔ اس لئے وہ ...ت سے اس چیونٹے کو دیکھ نہ سکا۔ اور چونکہ فیصل اور شہزاد ...چھے لیٹے ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں بھی اس چیز کا ...تہ نہ چل سکا۔

چیونٹا جیسے ہی ڈریکولا کی ناک میں گھسا۔ اس کی ناک میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ ڈریکولا نے پھر ...ے ناک پر ہاتھ مارا۔ چیونٹا تو گر گیا۔ مگر ناک میں سرسراہٹ بڑھتی چلی گئی۔ اور پھر ڈریکولا نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح سرسراہٹ سے پیدا ہونے والی چھینک کو روک لے۔ مگر وہ بے بس ہو گیا اور پھر اچانک ایک زور دار چھینک سے ماحول گونج اٹھا۔ اور فیصل شہزاد کے ساتھ ساتھ نیچے کھڑے ہوئے مسلح اشخاص بھی بے اختیار اچھل پڑا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے کہ اچانک دو افراد بجلی کی سی تیزی سے ویگن کے اوپر چڑھ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

"خبردار اگر حرکت کی تو گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے" ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ اور پھر باقی دو بھی اوپر پہنچ گئے۔

"کھڑے ہو جاؤ۔" حکم ملتے ہی ڈریکولا اور فیصل شہزاد طویل سانس لیتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ اب کے سوا اُن کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بری طرح پھنس چکے تھے۔

مسلح اشخاص نے بڑی پھرتی سے اُن کی تلاشی لی۔ اور پھر انہیں مشین گنوں کے سائے میں ویگن سے نیچے اُترنے پر مجبور ہونا پڑا۔

"انہیں باس کے پاس لے چلو۔ میرے خیال میں یہ وہی جاسوس ہیں جنہوں نے تنظیم کو نچا رکھا ہے" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور پھر وہ سب انہیں دھکیلتے ہوئے عمارت کے اندر لیتے چلے گئے۔ وہ اب یقیناً موت کے پھندے میں پھنس چکے تھے۔

ختم شد



چھن چھنگو اور چلوسک ملوسک

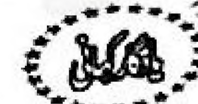
مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

- چھن چھنگو اور چلوسک ملوسک کے درمیان خوفناک جنگ۔
- چھن چھنگو نے چلوسک ملوسک کو موت کی وادی میں پہنچانے کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں مگر ———؟
- ملوسک نے چھن چھنگو پر اپنے خوفناک پستول سے نشانہ باندھا اور ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ چھن چھنگو کا کیا حشر ہوا ———؟
- چھن چھنگو اور چلوسک ملوسک کے درمیان جنگ کا کیا نتیجہ نکلا ———؟ ان دونوں میں سے کون کامیاب ہوا اور کس کی موت واقع ہوئی ———؟

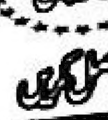











آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے حاصل کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان



تارزن کا ایک اور کارنامہ

تارزن اور سیاہ صندوق

مصنف ظہیر احمد

سیاہ صندوق جو سمندر میں زنجیروں سے جکڑا ہوا تارزن کو ملا۔ اس پر بے شمار تالے لگے ہوئے تھے۔

منگو جس نے تارزن کو صندوق کھولنے سے روکنے کی بے حد کوشش کی مگر۔

ساگانا جو صدیوں سے خون کا پیاسا تھا۔ جو دھوئیں میں تبدیل ہو کر سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا ہاتھی کے گرد لپٹ کر اس کا خون پی جاتا تھا۔

آگوبابا جس کے کہنے کے مطابق ساگانا صدیوں سے خون کا پیاسا تھا اور اس کی پیاس جنگل کے سارے جانوروں اور جنگلی انسانوں کا خون پی کر بجھ سکتی تھی

تارزن جس نے ساگانا کو للکارا تو وہ دھوئیں میں تبدیل ہو کر بل کھاتا ہوا تارزن سے لپٹ گیا۔




یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان